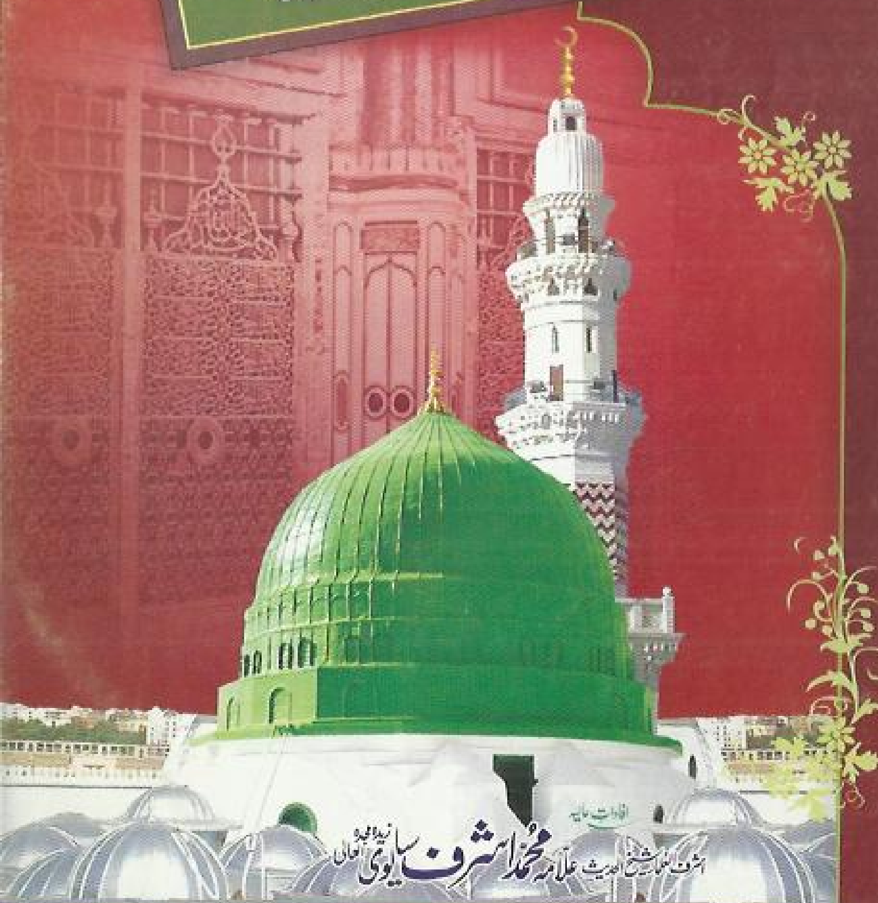
سید الانبیاء ﷺ کی

شانِ احمدیت و محمودیت



افاداتِ عالیہ

اشرف العلماء شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ العالی

ترتیب و حواشی

محمد سہیل احمد سیالوی

محمد شعیب حسن سیالوی

ناشر: بزمِ شیخ الاسلام

ورفعنا لک ذکرک (الانشراح:04)

سید الانبیاء ﷺ

کی شانِ احمدیت ومحمودیت

نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے صادر ہونے والی حمدِ الٰہی کا حسین تذکرہ اور اس حمد وثناء کے صلے میں اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ مقامِ رفعتِ ذکر کا ایمان افروز بیان

افاداتِ عالیہ

اشرف العلماء، شیخ الحدیث، علامہ محمد اشرف سیالوی حفظہ اللہ تعالی

ترتیب وتدوین وتخریج

محمد سہیل احمد سیالوی

ناشر

بزمِ شیخ الاسلام

جامعہ رضویہ احسن القرآن ۔ دینہ (جہلم)

0544-633881,634759-0322-5850951

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ طباعتِ خطباتِ اشرف العلماء (۳)

نام مجموعہ ....سید الانبیاء ﷺ کی شانِ احمدیت ومحمودیت

موضوع ....فضائل نبویہ وکمالاتِ محمدیہ

صاحبِ افادات ....اشرف العلماء، شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ العالی

ترتیب وتدوین ....محمد سہیل احمد سیالوی، محمد شعیب حسن سیالوی

ضخامت ....48 صفحات

تاریخ اشاعت ....ماہ ربیع النور 1430ھ/ مارچ 2009ء (باراول)

قیمت ....

ناشر

بزم شیخ الاسلام پاکستان

جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ

0544-633881,634759-0322-5850951

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اَلحمد للہ و کفی، وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی، خصوصًا علی أفضل رسلہ وسیّد الأنبیاء، ماحی الذنوب والخطا، منبع الجود والعطا، صاحب المقام والشفاعۃ واللوآء، الذی دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی، فاوحٰی الیہ ربہ ما اوحٰی، محمد ن المصطفٰی أحمد المجتبٰی الذی کان نبیًّا وآدم بین الطین والمآء، وعلی آلہ وأصحابہ الکرمآء والشرفآء والتابعین لھم بالاحسان الی یوم الجزآء۔

اما بعد:

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال اللہ تبارک وتعالی

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (الفتح، 29:48)

وقال تعالی حکایۃً عن سیدنا عیسی علیہ السلام

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ (الصف، 61: 6)

صدق اللہ مولانا العظیم۔ وصدق رسولہ النبی الکریم۔

بحمد اللہ تعالی خطباتِ اشرف العلماء کا تیسرا مجموعہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، لاہور میں منعقد ہونے والی ایک عظیم الشان محفلِ نعت کے موقع پر آپ نے یہ خطبہ دیا، اس میں فضائل محمدیہ اور مناقبِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے دو روشن ترین پہلو زیر بحث آئے ہیں، اس لحاظ سے اس مجموعہ کو میلادِ مصطفی ﷺ سے جو ربط حاصل ہے اسی کے پیشِ نظر اسے ربیع النور ۱۴۳۰ھ کے موقع پر شائع کیا جارہا ہے، اشاعت میں بزم شیخ الاسلام کے ساتھ جن احباب نے تعاون کیا ہے ہم ان کے مشکور ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ رب ذوالجلال انہیں سعادتِ دارین سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ م س ا س

کلماتِ تمہید:

معزز و محترم علمائے کرام ،مشائخ عظام اور سامعین حضرات !

یہ پاکیزہ نشست جس میں حاضری کی سعادت مجھے اور آپ کو حاصل ہو رہی ہے، نعتِ مصطفی ﷺ کے مبارک سلسلہ میں انعقاد پذیر ہے، امتِ مسلمہ ہر دور میں ایسی محافل و مجالس کا انعقاد کرتی رہی ہے اور کرتی رہے گی، ہر دور میں نبی کریم ﷺ کے ثنا گو علماء، مشائخ اور نعت خوان اپنے اپنے انداز میں نظم و نثر کی صورت میں اپنا ہدیہ عقیدت اپنے آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ یہ مبارک سلسلہ تا قیامت اور بعد از قیامت بھی جاری رہے گا۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم کی ثناخوانی کے سلسلے میں نہ کبھی ماضی میں انقطاع پیدا ہوا اور نہ ہی مستقبل میں اس مقدس سلسلہ کو زوال اور انقطاع کا سامنا کرنا پڑے گا۔

موضوع گفتگو......سید الانبیاء ﷺ کی شان احمدیت و محمدیت:

اس نشست میں موضوع کی مناسبت سے دو امور کے متعلق گزارشات پیش کی جائیں گی:

(۱) سرکارِ دو عالم ﷺ کی مدح و ثناء ماضی میں کس کس انداز میں اور کس کس طریقے پر ہوتی رہی، رب العالمین جل جلالہ نے کس طریقے سے محبوبِ کریم ﷺ کی رفعتِ ذکر کا اہتمام فرمایا، انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ و السلام کن کن طریقوں سے اس محبوبِ اکبر کی یاد مناتے رہے، ان کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ کا تذکرہ فرماتے رہے، اور مستقبل میں اس محبوبِ اعظم ﷺ کی رفعتِ ذکر کا کیا انداز ہوگا، اور کس طرح ہر زبان ان کی مدح و ثناء میں مصروف نظر آئے گی۔

(۲) دوسرا امر جو اس ضمن میں زیرِ بحث آئے گا وہ یہ ہے کہ آخر اللہ تعالی کی تمام

مخلوق میں سے رفعتِ ذکر کا یہ بلند ترین مقام، اور کثرتِ ذکر کا یہ عظیم ترین رتبہ نبی کریم ﷺ کے حصہ میں ہی کیوں آیا؟

سرکارِ دو عالم ﷺ کی رفعتِ ذکر اور آپ کو اسمِ محمد سے موسوم کرنا:

اللہ تبارک و تعالی نے نبی کریم کی اسی رفعتِ ذکر والی شان کو ظاہر کرنے کے لیے آپ کا اسم گرامی ''محمد'' رکھا، یہ اسمِ پاک قرآن مجید میں متعدد مرتبہ استعمال ہوا اور تلاوت کردہ آیہ مبارکہ میں بھی اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو اسی مبارک نام کے ساتھ یاد کرتے ہوئے فرمایا ﴿محمد رسول اللہ ﷺ﴾ لفظ ''محمد'' کا معنی علماء نے یہ بیان فرمایا ہے

﴿الَّذِي يُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ﴾ (1)

''محمد اسے کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے''

آج ہر طرف آپ کی عظمتوں اور رفعت و شوکت کے تذکرے ہو رہے ہیں، زمین کا گوشہ گوشہ اور ہر ہر خطہ آپ کے اوصاف و کمالات کے ذکر سے معمور دکھائی دیتا ہے، جس قدر رفعتِ ذکر آپ ﷺ کو حاصل ہوئی وہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں ہوئی، قابلِ غور بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس معاملے میں دیگر جلیل القدر انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ و السلام پر کیوں فائق و ممتاز ہوئے؟ وہ کون سا ایسا بنیادی وصف ہے جو آپ کے اس امتیاز کا سبب بنا؟

---

(1) [مختار الصحاح] میں ہے کہ محمد اس ذات کو کہتے ہیں جس کے خصائلِ حمیدہ شمار سے باہر ہوں، [لسان العرب] میں بھی اسی طرح ہے، [القاموس المحیط] میں ہے کہ محمد اسے کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے۔

قرآن وسنت سے معلوم ہونے والا ایک ضابطۂ رفعتِ ذکر:

جب ہم اس بلندیٔ ذکر کا سبب تلاش کرنے کے لیے قرآنِ مجید اور احادیثِ مقدسہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقرر کردہ ایک ضابطہ اور قاعدہ ہمارے سامنے آتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ — "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"

(البقرۃ،152:2)

دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا (الجاثیہ،34:45) — "بروزِ قیامت کافروں سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلا دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ، ضابطہ اور اس کی عادتِ جاریہ یہ ہے کہ جو اسے یاد کرتے ہیں وہ بھی انہیں یاد فرماتا ہے اور جو اسے بھول جاتے ہیں وہ بھی ان سے اعراض فرمالیتا ہے۔

اسی کے متعلق حدیثِ قدسی میں محبوبِ کریم، ربِ ذوالجلال کا فرمانِ ذیشان نقل فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ ؓ راوی ہیں، سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ ربِ ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ (1)

"میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے پیش آتا ہوں، جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرے تو میں بھی اس کا ذکر تنہائی میں کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی گروہ میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر گروہ میں اس کا ذکر کرتا ہوں"

ان آیاتِ مقدسہ اور اس حدیثِ قدسی سے جو قاعدہ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کا چرچا خود بھی فرماتا ہے اور اپنی مخلوق کی زبانوں پر بھی جاری فرماتا ہے جس نے اس سے لو لگائی ہو، زندگی کے اوقات کو اس کی یاد میں بسر کیا ہو، اور جوں جوں کسی کی طرف سے ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اس کی طرف سے بھی کرم زیادہ ہوتا جاتا ہے، جس نے اسے جتنی کثرت سے یاد کیا وہ کریم اس کے ذکر کو اتنا بلند فرما دیتا ہے۔

اب ہم ان دونوں کڑیوں کو آپس میں ملاتے ہیں:

(۱) یہ کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر سب سے بلند اور آپ کا چرچا سب سے زیادہ ہے۔ اور آپ "محمد" یعنی بار بار تعریف کیے جانے والے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ اسی کا چرچا فرماتا ہے جو اسے کثرت سے یاد کرے، اور خلقِ خدا کو اس کی یاد کی طرف متوجہ کرے۔

---

(1) صحیح بخاری: التوحید: 6856/صحیح مسلم: کتاب الذکر: 4832، 4851/سنن الترمذی: الدعوات: 3527/سنن ابن ماجہ: الادب: 3812/مسند احمد: باقی مسند المکثرین: 7115، 8296، 8886، 8983، 9834، 9863

ان دونوں کڑیوں کو ملانے سے یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی اور یہ نتیجہ کھل کر سامنے آجائے گا کہ نبی کریم ﷺ کو یہ بلندیٔ ذکر اس وجہ سے عطا کی گئی کہ آپ نے سب مخلوق سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور سب سے بڑھ کر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف متوجہ کیا۔ چونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے جس قدر آپ کے ذکرِ پاک کو بلند فرمایا کسی اور کے ذکر کو نہیں فرمایا، اب ہم اس دعوے کی دلیل اور اس اختصار کی تفصیل کی طرف بڑھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو اسمِ احمد سے موسوم فرمانا:

نبی کریم کی اس (کثرت سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے والی) حیثیت کو اُس آیہ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے جو خطبے میں دوسرے نمبر پر تلاوت کی گئی کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے دنیا میں تشریف لانے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ (الصف،6:61)

''میں اس رسولِ گرامی ﷺ کی خوش خبری سنانے آیا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا اسم گرامی ''احمد'' ہے''

''احمد'' اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہوگا ''سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے والا''

جن کا خالق خود انہیں سب حمد کرنے والوں سے بڑھ کر حمد کرنے والا قرار دے ان کی حمد کا اندازہ کون کرسکتا ہے، یہ آیہ مبارکہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمانے والے ہیں۔

اسمِ محمد اور احمد میں باہمی ربط:

اس گفتگو کے بعد ان دونوں آیات کی آپس میں معنوی مناسبت اور ان دونوں اسماء مبارکہ کا باہمی ربط بالکل واضح ہوجاتا ہے۔

گویا ''اسم محمد'' ایک دعویٰ ہے، اور اسم ''احمد'' اس کی دلیل ہے۔ نبی کریم سب سے زیادہ لائق تعریف ہیں، سب سے زیادہ تعریف کیے ہوئے ہیں اور اس کا سبب اور اس کی علت یہی ہے کہ آپ نے تمام مخلوق سے بڑھ کر اپنے خالق و مالک جل وعلا کو یاد کیا اور ساری زندگی لوگوں کو اس کی یاد کی طرف لگاتے رہے ہیں۔



نبی کریم ﷺ کی شان احمدیت

قرآن وحدیث کی رو سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ "احمد" ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے ثنا گو اور مدح سرا آپ ہیں،

لیکن:

اس مقام پر ایک سوال اور اشکال پیدا ہو سکتا ہے، کہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری عمر مبارک صرف تریسٹھ (63) برس ہے، جبکہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی عمریں ہزار سال سے بھی متجاوز اور زیادہ ہوئی ہیں، اور ظاہر ہے کہ تریسٹھ سال میں جس قدر بھی حمد وثناء کر لی جائے وہ ہزاروں سالوں کی حمد وثناء سے تو کم ہی ہوگی۔ لہٰذا چاہیے یہ تھا کہ "احمد" والا نام بھی اور "محمد" والا بابرکت لقب بھی ان انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کے حصے میں آتا، اللہ تعالیٰ عادل ہے، اس کی ذات سے یہ بات متصور نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک کا حق دوسرے کو دے دے، اور مستحق کو اپنے حق سے محروم کر دے، اسی طرح وہ علیم وسمیع وبصیر بھی ہے، اس سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ کس نے اس کی کتنی مدح وثناء کی ہے، لہٰذا دیگر انبیائے کرام بظاہر اس اعزاز کے زیادہ حق دار نظر آتے ہیں، لیکن اس مقام پر غور سے کام لیا جائے تو حقیقتِ حال واضح ہوتی ہے۔

لقب "احمد" میں پوشیدہ ایک لطیف اشارہ:

جب یہ سب کچھ جاننے کے باوجود اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو ہی "احمد" کا نام دے رہا ہے اور آپ ہی کو "محمد" کے مقدس نام سے موسوم کر رہا ہے تو اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے، اور وہ راز یہ ہے کہ تریسٹھ سالہ ظاہری زندگی کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی کوئی اور زندگی بھی ہے، اور اس زندگی میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی کوئی حمد وثناء بھی سرانجام دی ہے، اور وہ زندگی بھی ایسی ہے کہ کسی

اور کے حصے میں نہیں آئی اور وہ ثناء بھی ایسی ہے کہ کوئی اور اس ثناء سے بہرہ ور نہیں سکا، اسی طویل ترین زندگی کی بناء پر آپ "احمد" قرار پائے اور اسی اعلیٰ ترین حمد وثناء کی بناء پر آپ کو یہ عظیم منصب اور لقب عطا فرمایا گیا۔ یہی وہ لطیف نکتہ ہے، جس کی طرف "احمد" کا عظیم الشان لقب اشارہ کر رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا سب مخلوق سے پہلے تخلیق کیا جانا:

اب ہم قرآن وسنت سے اس طویل زندگی اور اس میں وقوع پذیر ہونے والی حمد وثناء کا سراغ لگانے کی کوشش کرتے ہیں، جلیل القدر محدثین نے روایت فرمایا کہ:

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دوعالم ﷺ سے دریافت فرمایا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَخْبِرْنِی عَنْ اَوَّلِ شَیْئٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَبْلَ كُلِّ الْاَشْيَاءِ؟

"یا رسول اللہ! مجھے اس چیز کے بارے میں بتایئے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے پیدا کیا ہو"

نبی رحمت ﷺ نے اس کے جواب میں خود اپنی زبانِ اقدس سے اپنی اس زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ كُلِّ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ (1)

"اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا"

اسی طرح قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کو

﴿اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (الانعام،6:163)

---

(1) مصنف عبدالرزاق، الجزء المفقود، مکتبہ قادریہ لاہور/تفسیر الآلوسی ﴿غیر المغضوب علیہم﴾

"سب سے پہلا مسلمان" کہا گیا ہے اور مفسرین کے مطابق یہ بھی نبی کریم ﷺ کی اس روحانی اور نوری زندگی کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ آپ پہلے مسلمان اسی صورت میں بن سکتے ہیں جب آپ سب سے پہلے موجود بھی ہوں۔

اس حدیثِ مبارکہ اور آیۂ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے نورِ پاک کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء اور تمام مخلوق سے پہلے فرمائی، اور باقی تمام اشیاء آپ ہی کے نورِ اقدس سے ظہور پذیر ہوئیں۔ چونکہ آپ کا نورِ اقدس سب انبیاء ورسل علیہم السلام سے پہلے پیدا کیا گیا لہٰذا آپ کی روحانی زندگی بھی سب سے لمبی اور سب سے طویل بن جائے گی۔

اب رہا یہ معاملہ کہ آپ کی حمد وثناء، دیگر انبیاء ورسل، ملائکہ اور تمام مخلوق کی حمد وثناء سے زیادہ کیسے ہے، اس کے لیے پہلے تمہیداً یہ سمجھ لیجیے کہ تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے لحاظ سے دو طبقے سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں:

(۱) انبیاء ورسل (۲) ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام

اور نبی کریم ﷺ حمدِ الٰہی میں ان دونوں طبقوں کے استاذ اور معلم ہیں، اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

عالمِ ارواح میں آپ کے نورِ اقدس کا نبوت سے متصف ہونا:

صحیح حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ (1)

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے"

---

(1) مسند احمد: باقی مسند الانصار: 22182 مسند احمد: مسند البصریین: 19686، روح المعانی، مصنف ابن ابی شیبہ، مشکل الآثار اور دیگر کتب میں یہ بھی روایت موجود ہے۔

ایک اور حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے"

ان دونوں احادیث میں نبی کریم ﷺ نے یہ بات بیان فرمائی کہ عالمِ ارواح میں صرف میرا نورِ اقدس موجود ہی نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے میرے نورِ پاک کو نبوت کے وصف سے بھی متصف فرما دیا تھا، معلوم ہوا کہ حقیقتِ محمدیہ اور نورِ محمدی عالمِ ارواح میں تخلیق کے مرحلے سے گزرنے کے بعد وصفِ نبوت سے بھی موصوف ہو چکا تھا۔

حدیث مذکورہ پر وارد ہونے والا ایک اشکال:

ان احادیث کی تشریح کرتے ہوئے محدثین اور شارحین حدیث نے ایک سوال اٹھایا کہ نبی اور رسول وہ ہوتا ہے جو تبلیغ کرے، فیض پہنچائے، جب آپ کی امت وہاں نہیں تھی اور آپ کسی کو فیض دے نہیں رہے تھے تو آپ کا نورِ پاک اس جہان میں نبوت کے ساتھ کیسے متصف ہو سکتا ہے؟

شیخِ محقق اور دیگر شارحین کا جواب:

شیخ محقق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر علمائے محققین علیہم الرضوان نے اس کا جواب دیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے حقیقتِ محمدیہ کی تخلیق فرمائی، اسے وصفِ نبوت سے متصف کیا اس کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح اور ملائکہ کی تخلیق فرمائی، انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس ارواح کو نبی کریم ﷺ کی درس گاہِ نبوت میں بھیج دیا جہاں آپ کا نورِ اقدس انہیں اسرارِ الٰہیہ کی تعلیم دیتا اور ذکرِ الٰہی کی تلقین کرتا، اسی طرح ملائکہ کو تمام ت تسبیحات اسی نورِ مقدس نے اور اسی حقیقتِ محمدیہ نے سکھائیں، امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ

نے [الشفاء] میں حدیثِ مبارکہ نقل فرمائی، جس کے الفاظ یوں ہیں:

كَانَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يُسَبِّحُ وَتُسَبِّحُ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيْحِهٖ (1)

''نبی اکرم ﷺ کا نورِ اقدس عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کرتا اور اس تسبیح کو سن کر فرشتے بھی اس کی اقتداء میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے''

نبی کریم ﷺ کی حمد وثناء کی وسعت:

ہر اگلے، پچھلے، مومن کی حمد، ہر رسول وفرشتے کی حمد نبی کریم ﷺ کی حمد ہے:

شارحین اور محدثین کی ذکر کردہ اس تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے صادر ہونے والی حمد وثناء ہو یا ملائکہ کی تسبیح وتہلیل ہو، ان سب تسبیحات کے معلم اور ان کو حمد وثناء کے یہ انداز سکھانے والے نبی کریم ﷺ ہیں۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ:

اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ (2)

''نیکی کی طرف رہ نمائی کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا خود نیکی کرنے والے کو''

حدیث پاک میں بیان کیے جانے والے اس قاعدے کو اس تفصیل کے ساتھ ملائیں تو سرکارِ دوعالم ﷺ کی حمد وثناء اور تسبیح وتقدیس کا عجیب منظر سامنے آتا ہے، اور آپ ﷺ کے اس وصفِ عالی کا ایک حسین نقش ابھرتا ہے چوں کہ:

---

(1) الشفاء، امام قاضی عیاض

(2) سنن الترمذی: العلم:2593

فرشتوں کی تمام تر تسبیح وتقدیس جس کا ذکر فرشتوں نے انفرادیت کے طور پر کیا اور کہا:

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ. (البقرۃ،2:30)

''ہم تیری تسبیح کے ساتھ تیری حمد اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں''

یہ بھی نبی کریم ﷺ کی تعلیم کی ہوئی ہے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تمام تر ثنائیں اور حمدیں بھی آقائے کریم ﷺ کی سکھائی ہوئی ہیں لہذا:

(۱) تمام پیغمبرانِ کرام علیہم السلام کی حمد وثناء کا ثواب بھی سرکارِ دوعالم کے نامۂ اعمال میں موجود ہے۔

(۲) تمام ملائکہ کی تسبیح وتقدیس کا ثواب بھی آپ کو حاصل ہے۔

(۳) پہلے تمام رسلِ عظام کی امتوں کے صالحین اور زاہدین کی تمام تسبیحات جو کہ اُن رسلِ عظام نے اپنی امتوں کو سکھائیں وہ بھی آقائے کریم ﷺ کے اعمال والے دفتر میں لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ ان امتوں کو یہ تسبیحات سکھانے والے رسل خود ان تسبیحات کے سیکھنے میں نبی رحمت ﷺ کے شاگرد اور فیض یافتہ ہیں۔

(۴) اس امتِ مصطفویہ کے تمام زاہدوں، عابدوں، صالحین اور صوفیاء، اغواث و اوتاد، اقطاب وابدال سب کی حمدیں ثنائیں بھی محمد کریم ﷺ کی حمدیں اور ثنائیں شمار ہوں گی۔

(۵) خود آپ نے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ کی جو حمد وثناء کی وہ بھی آپ کے حمد وثناء والے نامہ میں موجود ہے۔

(۶) تریسٹھ سالہ ظاہری زندگی مبارک میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی جو تسبیح وتقدیس فرمائی وہ بھی آپ کے نامہ میں درج ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

قبرِ انور میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی حیات اور اللہ تعالیٰ کے ذکر پاک میں مشغولیت:

یہ تو تھا عالمِ ارواح اور ظاہری حیاتِ طیبہ میں نبی کریم ﷺ کی تسبیح وتہلیل اور ذکرِ الٰہی کا منظر، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قبرِ انور میں ظاہری حیاتِ طیبہ سے کروڑوں اربوں گنا ارفع واعلیٰ زندگی کے ساتھ موجود ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا فرما رہے ہیں، اس سلسلے میں بھی صحیح احادیث میں رہ نمائی موجود ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ فِي قَبْرِهٖ (1)

''اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے جسموں کو تکلیف دینا زمین پر حرام کردیا ہے، لہٰذا اللہ کے نبی زندہ بھی ہوتے ہیں اور انہیں قبروں میں رزق بھی دیا جاتا ہے''

قبر شریف میں حمد الٰہی بجالانے کے متعلق سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ ،تُعْرَضُ عَلَيَّ اَعْمَالُكُمْ ،فَمَا وَجَدْتُّ مِنْ حَسَنٍ حَمِدْتُّ اللّٰهَ عَلَيْهِ وَمَا وَجَدْتُّ مِنْ سَيِّئٍ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ.(2)

---

(1) سنن نسائی: الجمعۃ: 1357 / سنن ابی داود: الصلاۃ: 883، 1308 / سنن ابن ماجہ: اقامۃ الصلاۃ: 1075 / سنن الدارمی: الصلاۃ: 1562 / سنن ابن ماجہ: ماجا فی الجنائز: 1626

(2) الجامع الصغیر: 3770، 3771 / کشف الخفاء: 1176

''میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا اس جہان سے چلے جانا بھی تمہارے اعمال قبر میں میری بارگاہ میں پیش کیے جاتے رہیں گے، نیک اعمال دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا اور برے اعمال دیکھ کر تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حمدِ الٰہی اور ذکرِ رب العالمین کا جو سلسلہ حقیقتِ محمدیہ نے عالمِ ارواح میں شروع کیا وہ سرکار دوعالم ﷺ کے قبرِ انور میں تشریف لے جانے کے بعد بھی جاری وساری ہے۔ اور آپ عالمِ برزخ میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا میں رطب اللساں ہیں۔

بروزِ قیامت، سرکارِ دوعالم ﷺ کے قلبِ اطہر پر حمدِ الٰہی کے نئے مضامین کا القاء:

قبرِ انور کی زندگی کے بعد اگلا مرحلہ قیامت کا ہے، اور مستند روایات سے ثابت ہے کہ اس جلال وقہر والے دن میں بھی سید الانبیاء ﷺ اللہ تعالیٰ کی اس انداز میں حمد وثناء بجالائیں گے کہ کوئی فرشتہ اور کوئی نبی بھی اس پیرائے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا نہیں کرسکے گا۔

اس کی تفصیل اس حدیث مبارکہ میں ملتی ہے جسے سیدنا ابوہریرہ ؓ نے روایت فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ کھانا کھانے کے دوران اپنی عظمت وشوکت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کا سردار ہوں گا، اس کے بعد آپ نے قیامت کے مناظر کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کہ کس طرح لوگ باری باری مختلف انبیائے کرام ورسلِ عظام علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ہر نبی اور رسول انہیں کسی اور کے پاس جانے کا مشورہ دے گا، بالآخر جب ساری انسانیت نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں

شفاعت کی بھیک مانگنے حاضر ہوگی اس موقع کی منظر کشی کرتے ہوئے سرکارِ دوعالم ﷺ فرماتے ہیں:

فَانْطَلِقُ فَآتِی تَحْتَ الْعَرْشِ فَاخِرُّ سَاجِدًا لِرَبِّی ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ مَحَامِدِہٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَیْہِ شَیْئًالَمْ یَفْتَحُہٗ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلِی ثُمَّ یُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَکَ سَلْ تُعْطَہٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ.(1)

''میں چلتا ہوا اللہ تعالی کے عرش کے نیچے پہنچوں گا اور رب تبارک وتعالی کے حضور سجدے میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالی مجھ پر اپنی حمد وثناء اور خوب صورت تعریف کے وہ دروازے کھولے گا جو اس نے مجھ سے پہلے کسی اور پر نہیں کھولے ہوں گے (جب میں اللہ تعالی کی وہ تعریفیں کروں گا) پھر مجھے کہا جائے گا اے محمد! اپنا سرانور اٹھایئے! آپ مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا، آپ شفاعت فرمایئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی''

معلوم ہوا کہ میدانِ قیامت میں جب ساری انسانیت فصاحت و بلاغت کو بھول جائے گی، اور جلال الٰہی کے زیر اثر زبانیں گنگ ہو جائیں گی اور کسی کو بولنے کا یارا نہ ہوگا نبی کریم ﷺ وہاں بھی اپنی زبانِ حق ترجمان سے اللہ تبارک وتعالی کی حمد وثنا میں مشغول ہوں گے اور حمد وثناء بھی ایسی جو نہ پہلے کسی نے کی اور نہ پھر کوئی کرے گا۔

جنت میں اہل ایمان کی حمد وثناء میں مشغولیت:

قیامت کے بعد جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور سرکارِ دوعالم ﷺ بھی جنت میں جلوہ افروز ہو کر اس کی رونقوں کو دوبالا فرمائیں گے اس کے بعد آپ ﷺ بھی اور آپ کے

---

(1) صحیح مسلم: الایمان: 287 / سنن الترمذی: صفۃ القیامۃ والرقائق : 2358 / مسند احمد: باقی مسند المکثرین: 9250

جنتی امتی بھی ابدالآباد تک اس کی حمد وثناء میں مشغول رہیں گے۔ نبی رحمت ﷺ نے اس ایمان افروز منظر کو اپنی نگاہِ نبوت سے دیکھ کر ہزاروں سال پہلے بیان فرما دیا، اس سلسلے میں ایک ایمان افروز حدیثِ مبارکہ ہمارے سامنے آتی ہے، حضرت سیدنا ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ:

سرکارِ دوعالم ﷺ نے سب سے پہلے جنت میں جانے والے اپنی امت کے گروہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَوَّلُ زُمْرَۃٍ تَلِجُ الْجَنَّۃَ صُوْرَتُھُمْ عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ.

''میری امت کا جو گروہ سب سے پہلے جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے اور روشن ہوں گے''

اس کے بعد سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس جنتی گروہ کے معمولات کے بارے میں فرمایا:

یُسَبِّحُوْنَ اللّٰہَ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا.(1)

''وہ جنت میں دن رات اللہ تعالی کی تسبیح بیان کریں گے''

---

(1) صحیح مسلم: باب الجنۃ وصفۃ نعیمہا: 5065 / صحیح بخاری: بدء الخلق: 3006، 3007 / سنن الترمذی: صفۃ الجنۃ: 2460 / مسند احمد: باقی مسند المکثرین: 7851

صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب نبی رحمت ﷺ نے اس جنتی گروہ کی یہ شان بیان فرمائی تو حضرت عکاشہ ؓ کھڑے ہوئے گئے اور عرض کی: ﴿ادع اللہ یا رسول اللہ ان یجعلنی منھم﴾ یا رسول اللہ دعا فرمایئے اللہ تعالی مجھے بھی اس گروہ میں شامل فرمائے!

اس پر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ﴿اللھم اجعلہ منھم﴾ یا اللہ! اسے بھی اسی گروہ میں شامل فرما دے ایک اور انصاری کھڑا ہوئے، انہوں نے بھی یہی عرض کی لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿سبقک بھا عکاشہ﴾ عکاشہ تجھ پر سبقت لے جا چکا ہے۔ صحیح بخاری: اللباس: 5364، 6060

جب جنت میں جانے والے نبیِ رحمت ﷺ کے امتی شب و روز ذکرِ الٰہی اور تسبیح وتہلیل میں مصروف رہیں گے تو خود نبیِ کریم علیہ الصلاۃ و السلام کی تسبیح وتہلیل کا کیا عالم ہوگا؟

خلاصۂ کلام:

موضوع کے پہلے حصے کے بارے میں جو گزارشات پیش کی گئیں ان کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالی کے وہ حامد ہیں کہ جب سے آپ کی تخلیق ہوئی ہے اس کی حمد وثناء کرنے میں اور دوسروں کو اس کی حمد وثناء کی تعلیم وتلقین میں مصروف ہیں، اور مستقبل میں بھی اسی مبارک عمل میں مشغول ومصروف رہیں گے، جس کسی نے بھی ماضی، حال یا مستقبل میں ثنائے خداوندی کا وظیفہ ادا کیا ہے یا کر رہا ہے یا کرے گا وہ سرکار دوعالم کا پڑھایا ہوا سبق اور آپ کی تعلیم وتلقین کا فیضان ہے، لہذا آپ واقعتاً ''احمد'' ٹھہرے، اور دلائل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حقیقتاً آپ اس وصف کے ساتھ موصوف ہونے اور اس مقدس لقب کے ساتھ ممتاز و منفرد ہونے کے حق دار تھے اسی لیے اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو اس وصف کے ساتھ موصوف فرمایا۔



نبی کریم ﷺ
کی شانِ محمدیت ومحمودیت

کثرت سے حمد کرنے کا صلہ......ورفعنا لک ذکرک:

چونکہ نبی کریم ﷺ جب سے وجود میں آئے، حمد الٰہی بجالا رہے ہیں اور آپ کی ہر زندگی (خواہ وہ عالمِ ارواح والی ہو، عالمِ دنیا والی، عالمِ برزخ یا عالمِ آخرت والی) ذکرِ الٰہی اور حمدِ الٰہی سے لبریز ہے، اس لیے اللہ تعالی نے اس کثرتِ حمد اور کثرتِ ذکر کے صلہ کے طور پر آپ کو وہ بلندیٔ ذکر عطا فرمائی کہ کتبِ سماویہ میں خود بھی آپ کی تعریف وتوصیف فرمائی، اور جب سے مخلوق کو پیدا کیا مخلوق سے بھی اس انداز میں آپ کی تعریف وتوصیف کروا رہا ہے کہ انبیاء، ملائکہ اور ہر صاحبِ ایمان دن رات آپ کی تعریف وتوصیف میں مشغول ہے۔ اسی اجر اور صلے کا اعلان اس نے اپنی آخری کتاب میں ان الفاظ میں فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ. (الانشراح،94:4)

''اے محبوب! ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا''

سرکار دوعالم ﷺ کی رفعتِ ذکر کا پہلا مظاہرہ......آپ کو اسمِ محمد سے موسوم کرنا:

اللہ تعالی نے نبی کریم کی بلندیٔ ذکر والی شان کو ظاہر فرمانے کا ایک اہتمام یہ فرمایا کہ آپ کا نام ہی ''محمد'' رکھ دیا، یعنی وہ ذات جس کی بار بار تعریف کی جائے، اس میں ایک لطیف پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کا ایک اسم گرامی ''محمود'' ہے اس کا مادۂ اشتقاق بھی ''حمد'' ہے، اور سید الانبیاء ﷺ کے اسم ذاتی ''محمد'' کا مادۂ اشتقاق بھی ''حمد'' ہے۔ حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَشَقَّ لَهُ مِنُ اِسُمِهٖ لِيُجِلَّهُ فَذُو الْعَرُشِ مَحُمُودٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ (۱)

---

(1) حضرت سیدنا حسان بن ثابت ﷺ کا مکمل قصیدہ اہل علم کے ذوق طبع کی خاطر یہاں درج کیا جاتا ہے: (دیوان حسان بن ثابت: باب الدال)

أغر ،علیہ للنبوۃ خاتم من اللہ مشهودٌ یلوح ویشهد
وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وهذا محمد
نبی أتانا بعد یأس وفترۃ من الرسل والأوثان فی الأرض تعبد
فامسی سراجا مستنیرا وھادیا یلوح کما لاح الصقیل المهند
وأنذرنا نارا وبشر جنۃ وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد
وأنت الہ الخلق ربی وخالقی بذلک ما عمرت فی الناس أشهد
تعالیت رب الناس من قول من دعا سواک الها أنت أعلی وأمجد
لک الخلق والنعماء والأمر کلہ فایاک نستهدی وایاک نعبد

چمک دار چہرے والے، جن کے جسدِ اقدس پر مُہرِ نبوت چمک رہی ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے ان کی حقانیت کی گواہ ہے، اللہ تعالی نے ان کے نام مبارک کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے، جب موذن پانچوں اذانوں میں ''اشہد'' کہتا ہے، ان کی تعظیم کی خاطر اللہ تعالی نے ان کے نام پاک کو اپنے نام سے مشتق کیا، رب العرش کا اسم پاک محمود ہے اور یہ محمد ہیں، یہ وہ عظیم الشان نبی ہیں جو اس وقت ہمارے پاس جلوہ گر ہوئے جب کسی نبی کی تعلیمات موجود نہ تھیں اور زمین میں بتوں کی پوجا ہو رہی تھی، وہ سراج منیر اور ہادی بن کر ظاہر ہوئے اور یوں چمکے جس طرح قلعی کی ہوئی ہندی تلوار چمکتی ہے، انہوں نے ہمیں جہنم سے ڈرایا، جنت کی بشارت سنائی اور اسلام عطا فرمایا ہم اس نعمت پر اللہ تعالی کی حمد بجا لاتے ہیں، اے میرے رب تو ہی میرا پروردگار اور خالق ہے، میں نے تمام عمر اسی بات کی شہادت دی ہے، جو لوگ تیرے سوا کسی اور کو معبود کہتے ہیں تو ان کے اس قول سے پاک ہے تو بہت بلند اور عزتوں کا مالک ہے، ہر چیز کا خالق، ہر نعمت کا عطا فرمانے والا اور ہر اختیار کا حامل تو ہی ہے، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں''

''اللہ تعالی نے ان کی تعظیم کی خاطر ان کے نام مبارک کو اپنے نام پاک سے مشتق فرمایا، عرش کا مالک محمود ہے اور آپ ''محمد ﷺ'' ہیں''

یہاں سے ''احمد'' اور ''محمد'' کے درمیان ایک اور تعلق بھی واضح ہو گیا کہ شانِ محمدیت، شانِ احمدیت کا صلہ ہے، جب آپ نے سب سے بڑھ کر اس رب اکبر کی یاد کی تو اس محسن حقیقی نے آپ کا نام ہی محمد رکھ دیا کہ جس کی بار بار تعریف وتوصیف کی جائے۔

چنانچہ اب آپ کا کوئی دشمن بھی آپ کو پکارتا ہے تو ''محمد'' کہہ کر ہی پکارتا ہے اور خود آپ کے لائق تعریف ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

قریشِ مکہ جب آپ کی ہجو کرتے تو یہی نام مبارک استعمال کرتے، ایک دفعہ انہیں کسی نے مشورہ دیا کہ تم ''محمد'' کہہ کر خود ہی تو ان کی تعریف کر دیتے ہو، پھر ہجو کا کیا مطلب؟ انہوں نے (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو مذمم کہنا شروع کر دیا، اس پر سرکار دو عالم نے فرمایا:

اَلَا تَعۡجَبُوۡنَ كَيۡفَ يَصۡرِفُ اللّٰهُ عَنِّىۡ شَتۡمَ قُرَيۡشٍ وَلَعۡنَهُمۡ، يَشۡتِمُوۡنَ مُذَمَّمًا وَّيَلۡعَنُوۡنَ مُذَمَّمًا وَّاَنَا مُحَمَّدٌ. (1)

''صحابہ! کیا تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالی نے میرے نام کو بھی ان کے سب وشتم سے کس طرح بچا لیا ہے، وہ کسی ''مذمم'' کو گالیاں دیتے ہوں گے میں تو ہوں ہی محمد''

---

(1) صحیح بخاری: المناقب: 3269/ سنن النسائی: الطلاق: 3384/ مسند احمد: باقی مسند المکثرین: 7019، 8469

رفعتِ ذکر کا دوسرا مظاہرہ......اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کو اپنے نام کے ساتھ اور آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملانا:

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند فرمایا:

اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِی (1)

''جب بھی میرا ذکر ہوگا آپ کا ذکر بھی ساتھ ہی ہوگا''

اس کا عملی مظاہرہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑے خوب صورت انداز میں فرمایا:

(۱) کلمۂ طیبہ میں اپنے محبوب کے نام کو اپنے نام کے ساتھ اور محبوب کی رسالت کی گواہی کو اپنی وحدانیت کی گواہی کے ساتھ ملا دیا۔

(۲) قرآنِ مجید میں ان گنت مقامات پر اپنی اطاعت کے ساتھ نبی کریم کی اطاعت، اپنی محبت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی محبت کا ذکر فرمایا، اپنے بلانے کو ان کا بلانا، اپنے پکارنے کو ان کا پکارنا، ان کے پھینکنے کو اپنا پھینکنا، ان کی بیعت کو اپنی بیعت، اپنے عطا فرمانے کو ان کا عطا فرمانا الغرض امرونہی اور دیگر کئی اعتبارات سے اپنے محبوب کو اپنے ساتھ شریک فرمایا۔

(۳) اذان، اقامت، نماز اور دیگر کئی عبادات میں بھی ان کے ذکر کو اپنے ذکر سے جدا نہیں فرمایا، حضرت حسان بن ثابت ؓ فرماتے ہیں:

ضم الالہ اسم النبی باسمہ   اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد

---

(1) تفسیر الآلوسی المعروف بروح المعانی / تحت قولہ تعالیٰ ﴿ورفعنا لک ذکرک﴾ (الانشراح: 4) بحوالہ ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ، ابونعیم

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اسم پاک کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے اور اس کا مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب مؤذن دن رات میں پانچ دفعہ اشھد کہتا ہے''

رفعتِ ذکر کا تیسرا مظاہرہ......انبیائے کرام کی زبان سے ذکرِ مصطفیٰ ﷺ:

تاریخ بتاتی ہے کہ ہر نبی اور ہر رسول نے اپنی امت کے سامنے اور اپنی اولاد کے سامنے نبی کریم ﷺ کے اوصاف وکمالات بیان فرمائے، اس سلسلے میں کتبِ سیرت سے بہت سے معلومات ملتے ہیں:

سیدنا آدم علیہ السلام اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ:

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ:

''بیٹا جب بھی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر بھی کرنا!''

حضرتِ شیث نے حیرانگی سے پوچھا کہ والدِ گرامی! آپ ابوالبشر ہیں، مسجود ملائکہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے آپ کو پیدا فرمایا، تمام انبیاء کرام سے پہلے آپ کو زمین پر بھیجا، یہ کون ہستی ہیں کہ آپ اپنے ذکر کی بجائے ان کے ذکر کی تلقین اور تاکید فرما رہے ہیں؟

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا:

بیٹا! جب میری آنکھ کھلی، اور میری نظر عرشِ الٰہی پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ عرشِ الٰہی پر جہاں ﴿لا الہ الا اللہ﴾ لکھا ہوا تھا وہیں ﴿محمد رسول اللہ﴾ بھی لکھا ہوا تھا، جس ہستی کے ذکر کو اللہ تبارک وتعالیٰ خالق ومالک ہو کر اپنے ذکر سے جدا نہیں فرماتا، ہم بندوں کو بھی اس ہستی پاک کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جدا نہیں کرنا چاہیے!

آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ:

جب حکمتِ الٰہی کے تحت حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی اور آپ بارگاہ خداوندی سے معافی کے طالب ہوئے تو نبی اکرم ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ سے اور آپ کے ذکر پاک کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

قرآن مجید، فرقانِ حمید میں ہے:

﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ (البقرۃ،2:37)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمات حاصل کیے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ کلمات جو حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں ڈالے گئے اور جن کے ذریعے ان کی بخشش ہوئی وہ کلمات یہ تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ﴾ (۱) "اے اللہ! محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پاک کا صدقہ مجھے معاف فرما!"

---

(1) الدر المنثور، امام سیوطی/ علامہ آلوسی ﴿فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ﴾ (البقرۃ:37) کے تحت "کلمات" کی مختلف تفسیریں ذکر فرمانے کے بعد کہتے ہیں:

وقیل: رأی مکتوبا علی ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به، واذا اطلقت الکلمة علی عیسی علیه السلام فلتطلق الکلمات علی الروح الاعظم والحبیب الاکرم، فما عیسی بل وما موسی وما وما الا بعض من ظهور انواره وزهرة من ریاض انواره. (روح المعانی)

"بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پایوں پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا اور اس نام پاک کا وسیلہ پیش کیا، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر "کلمہ" کا اطلاق ہوسکتا ہے تو روحِ اعظم اور حبیب اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کلمات کا اطلاق کیوں نہیں ہوسکتا، جب کہ عیسیٰ، موسیٰ اور ہر چیز ان کے نور کا پرتو اور ان کے حسین باغ کا ایک پھول ہے۔" (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان)

جب آپ نے اس انداز میں معافی طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اے آدم! تیری بخشش تو یقینی ہوگئی، لیکن یہ بتا کہ تجھے یہ ڈھنگ کس نے سکھایا؟ معافی طلب کرنے کا یہ طریقہ تو نے کہاں سے سیکھا؟

حضرت آدم نے عرض کیا:

باری تعالیٰ! جب تو نے مجھے پیدا کیا، اور میں نے نظر اٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا تو وہاں تیرے اسمِ مبارک کے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسم پاک کو لکھا دیکھا، اسی دن سے مجھے یقین ہوگیا تھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہستی تجھے تمام مخلوق سے بڑھ کر محبوب ہے، اور ان سے بڑھ کر کوئی تیرے نزدیک محبوب اور برگزیدہ نہیں۔

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بزبان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کے وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں، جن کے نسب کی طہارت، عقل کو حیران کردینے والے معجزات، جن کی نبوت اور صاحب کتاب ہونے کی شانیں خود قرآن مجید بیان فرما رہا ہے، جن کے دست کرم سے اندھوں کو آنکھیں، مردوں کو زندگی اور بیماروں کو شفا مل رہی ہے، جن کا فرمان ہے کہ جو کچھ تم کھا کر آتے ہو یا چھپا کر آتے ہو میں یہیں بیٹھے تمہیں بتا سکتا ہوں، جنہوں نے پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے کلام فرما کر اپنی والدہ ماجدہ کی پاک دامنی، اپنی طہارت، نبوت اور صاحب کتاب ہونے کی شان کو بیان فرمایا، اس قدر عظیم مرتبہ پر فائز ہونے اور اتنے عظیم معجزات کا مالک ہونے کے باوجود وہ نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، قرآن مجید فرماتا ہے کہ آپ نے اپنی امت کے سامنے اپنی دنیا میں تشریف آوری کا مقصد اور مدعا ان الفاظ میں بیان فرمایا:

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف، 6:61)

"اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس جلیل القدر نبی کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد آنے والے ہیں اور جن کا اسم گرامی احمد ہے"

آج بھی انجیل میں موجود ہے کہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں ہدیہ نیاز پیش کرتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمایا:

"جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے بہت زور آور ہے، میں تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کے جوڑوں کے تسمے کھول سکوں"

حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا دلچسپ مکالمہ:

حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغمبر تھے، دریائے اردن کا ایک کنارہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت کا علاقہ تھا، اور دوسرے کنارے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت محیط تھی، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قدر عظیم معجزات ظاہر فرمانا شروع کیے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک آدمی حضرت عیسیٰ کی خدمت میں روانہ فرمایا کہ جاؤ اور ان سے پوچھ کر آؤ کہ کیا آپ ہی نبی آخرالزمان ہیں، جس کی ہماری کتابوں اور صحیفوں میں بشارتیں سنائی گئی ہیں، یا وہ ابھی تشریف لانے والے ہیں؟

اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں میں وہ نبی نہیں، میں تو ان کے جوتوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں، ہاں اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہ سعادت عطا فرمائے تو پھر میں بہت بڑا اور قدوس نبی بن جاؤں گا"

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خیال یہ ہے کہ جس دن مجھے نبی کریم ﷺ کو نعلین مبارک پہنانے یا اتروانے کی سعادت میسر آئے گی وہ دن میرے مراتب اور درجات کی تکمیل کا

دن بھی ہوگا اور میرے تقدس اور طہارت کو بھی اس دن چار چاند لگیں گے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قاصد جب یہ جواب لے کر واپس پہنچا تو آپ نے اسے فرمایا کہ دوبارہ جاؤ! اور عرض کرو کہ اگر آپ نبی آخرالزمان نہیں ہیں، تو پھر اتنے جلیل القدر معجزات دکھانا بند فرمائیے کیونکہ آپ کے یہ معجزات لوگوں کے ذہنوں میں غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں، ان معجزات کی بناء پر لوگ آپ کو ہی نبی آخرالزمان نہ سمجھنے لگ جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

میرے بھائی! اگر میرا کوئی کمال لوگوں کے سامنے ظاہر ہی نہ ہو، میرے مقام ومرتبہ اور میری عظمت کا کوئی پہلو لوگوں کے سامنے ہی نہ آئے، اور پھر میں کہوں کہ جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے بھی زیادہ طاقت اور ہمت والا ہے تو لوگ اس سے کیا تاثر لیں گے اور کس طرح اس آنے والے کی شان کو سمجھیں گے، لہٰذا ان کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ

میں اپنی پھونک سے مٹی کے پرندوں کو سچ مچ کے پرندے بناؤں، مردوں کو زندہ کروں، اندھوں کو آنکھیں دوں، کوڑھیوں کے کوڑھ دور کروں، بیماروں کو شفایاب کروں اور جب لوگوں کے ذہنوں پر میری عظمت وطاقت اور قوت وہیبت کا نقش ثبت ہو جائے تو پھر ان سے کہوں کہ لوگو! جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے وہ تو مجھ سے بھی زیادہ زور آور ہے اور میں اتنے کمالات اور درجات کے باوجود اس قابل بھی نہیں کہ ان کے جوتوں کے تسمے کھول سکوں، لہٰذا اگر مجھے رب ذوالجلال نے اتنی عظمتیں عطا فرمائی ہیں تو اس نبی آخرالزمان ﷺ کی عظمتوں کا کیا عالم ہوگا؟

بروزِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبی کریم سے استغاثہ:

یہ بھی یاد رہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ظاہری زندگی کا جو حصہ زمین پر گزارا، اس میں وہ شب وروز نبی کریم ﷺ کی حمد وثناء میں مشغول رہے، ان کا وہ سارا دور

مبارک نبی کریم کی ثناخوانی اور آپ کے کمالات کو بیان کرتے ہوئے گزرا، اور یہی وجہ ہے کہ صحیح احادیث میں ہے کہ:

بروزِ قیامت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اسی خدمت گزاری اور مدح سرائی کا واسطہ پیش کر کے، سرکار دو عالم ﷺ کے لواء الحمد کے نیچے جگہ کا سوال کریں گے، اس کی تفصیل ابھی عرض کی جائے گی۔

چند انبیائے کرام علیہم السلام کی زبانی ذکر مصطفیٰ کے یہ نمونے آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے، ورنہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ہر نبی اپنی امت کے سامنے نبی رحمت ﷺ کا ذکر بھی کرتا رہا اور اپنی امت سے یہ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کا وعدہ بھی لیتا رہا۔

رفعتِ ذکر کا چوتھا مظاہرہ...... میدانِ قیامت میں ثنائے مصطفیٰ ﷺ:

احادیثِ طیبہ میں قیامت کے جو مناظر بیان ہوئے ہیں، ان میں سے اس بات کو بھی پوری وضاحت سے بیان کیا گیا کہ بروز قیامت ہر نبی اور ہر رسول کسی نہ کسی بات کا واسطہ دے کر سرکارِ دو عالم ﷺ سے لواء الحمد کے نیچے کھڑے ہونے کی جگہ مانگے گا، گویا اس دن بھی ہر نبی کی زبان پر سرکارِ دو عالم ﷺ کا ذکر جاری ہوگا اور ہر نبی آپ کی مدح سرائی کرتا ہوا نظر آئے گا۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام یوں عرض کریں گے:

یارسول اللہ! میں آپ کا جد امجد ہوں، میں نے آپ کی خاطر کعبہ تعمیر کیا، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾ (البقرۃ،2:129)

اس دعا کے نتیجے میں آپ کا ظہور ہوا، یارسول اللہ! اس خدمت گزاری کے صدقے میں مجھے اپنے مبارک جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونے کی جگہ عنایت فرمائیے!

ایک ضمنی نکتہ:

جن لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگنا یا کسی کو پکارنا شرک ہے وہ ایک حدیث پاک سے استدلال کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جانے لگا تو جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا خلیل هل من حاجة؟

اے اللہ کے خلیل! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے!

آپ نے فرمایا:

اما الیک فلا

مجھے تیری خدمات کی کوئی ضرورت نہیں!

ان الفاظ سے وہ لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ غیر سے مدد مانگنا شرک ہے، اسی لیے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے جبریل امین کی مدد لینے سے انکار فرمادیا۔

اس سلسلے میں پہلی گزارش یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی غیر اللہ سے مدد لینا اور مدد کی التجاء کرنا شرک ہے تو یقیناً غیر اللہ ہو کر کسی کو مدد کی پیش کش کرنا اور کسی کی مدد کرنے کے لیے جانا بھی شرک ہوگا۔ اس لیے کہ شرک پر تعاون کرنا اور کسی کو شرک کا موقع بخشنا بھی شرک ہوتا ہے۔

میرا سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے مدد لینے سے انکار کر دیا اس لیے وہ تو شرک سے بچ گئے، لیکن جبریل امین جو اللہ تعالیٰ کے رسول، تمام نبیوں کے پاس وحی لے کر آنے والے صاحب وحی فرشتہ ہونے کے باوجود جب مدد دینے کے لیے حاضر ہوئے اور سدرۃ المنتہیٰ سے زمین تک کا سفر اس مقصد سے کیا تو ان کے بارے میں کیا فتویٰ صادر کیا جائے گا؟

کیا اللہ تعالیٰ کا یہ جلیل القدر فرشتہ اور فرشتہ بھی وہ جو رسلِ ملائکہ میں سے ہے، توحید کی اس رمز سے ناآشنا رہا اور اسے یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ کون سا کام شرک ہے اور کون سا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ حدیثِ مبارکہ کا اگلا حصہ کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے، اگلا حصہ یوں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل! مجھے تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں تو جبریل امین نے عرض کیا:

اگر میری مدد درکار نہیں تو اللہ تعالی سے مدد مانگیے اور اس کی بارگاہ میں عرض کیجیے کہ وہ آپ کی مدد فرمائے!

اس پر حضرت ابراہیم نے اللہ تعالی سے بھی مدد نہیں مانگی بلکہ فرمایا:

علمه بحالي حسبي عن سوالي (1)

مجھے سوال کی کوئی حاجت نہیں، وہ دیکھ رہا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اس کا میرے حال پر مطلع ہونا مجھے سوال سے بے نیاز کر رہا ہے۔

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ جبریل امین سے مدد لینا تو تمہارے نزدیک شرک ٹھہرا، کیا اللہ تبارک وتعالی سے مدد لینا اور اس سے التجاء کرنا بھی شرک ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ تعالی سے بھی عرض نہیں کی اور اس سے بھی مدد طلب نہیں فرمائی تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی سے مدد مانگنا بھی شرک ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ انبیاء ورسل اور دیگر مقربینِ بارگاہ، تسلیم ورضا کے پیکر ہوتے ہیں، یہ راضی بہ رضا ہوتے ہیں اور ہر حالت میں اللہ تعالی کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، گویا حضرت ابراہیم فرما رہے تھے کہ وہ میری حالت سے باخبر ہے، اگر اسے میری بقاء منظور ہے تو پھر کوئی میرا بال بھی ٹیڑھا نہیں کر سکتا اور اگر اسے یہی منظور ہے جو کچھ یہ میرے ساتھ کرنا

---

(1) صحیح بخاری: تفسیر القرآن: 4198 / تفسیر الرازی تحت قولہ تعالی ﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ﴾ (الانبیاء: 69)

چاہتے ہیں تو میں اس کی توحید کا پرچم بلند کرنے کی پاداش میں بخوشی اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔

اسی طرح تیسری بات یہ بھی قابلِ غور ہے کہ یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام بروز قیامت نبی کریم ﷺ سے شفاعت کی بھیک مانگیں گے، لواء الحمد کا سایہ طلب کریں گے؟ کیا حضرت ابراہیم (معاذ اللہ) اس دن توحید کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیں گے، یا کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک کام دنیا میں تو شرک ہو اور بروز قیامت جائز ہو جائے، کیا دنیا کے اور قیامت کے دن کے عقائد جدا جدا ہیں؟

رفعتِ ذکر کا پانچواں مظاہرہ...... سرکارِ دوعالم ﷺ کا مقامِ شفاعتِ کبریٰ:

اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی بلندیٔ ذکر کی خاطر جو اہتمام فرمائے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام اگلے پچھلے لوگ، تمام امتیں اور تمام پیغمبران کرام شفاعت کا سوال لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے، ہر کسی کی نظر سرکارِ دوعالم ﷺ پر لگی ہوگی، اور ہر انسان آپ کے دامن رحمت کے سایہ کا متلاشی ہوگا، احادیث طیبہ میں نبی کریم ﷺ کی اس عظمت وشوکت کی پوری تفصیل موجود ہے، ان میں سے کچھ احادیث آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

دیگر انبیائے کرام کی دعائیں اور دعائے مصطفیٰ ﷺ:

ہر نبی کو اللہ تعالی نے ایک ایک دعا کا حق دیا، لیکن ہر نبی نے وہ دعا اپنی اولاد کے لیے، اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال فرمالی، آیئے ملاحظہ کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم نے کیا انداز اختیار فرمایا:

جبریل امین، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں قرآن مجید لے کر حاضر ہوئے، اور عرض کی

کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قراءت کے مطابق پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبریل قرآن مجید واپس لے جاؤ! اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرو کہ میری امت کے لوگ مختلف قبائل سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی لغات مختلف ہیں اور وہ سارے ایک ہی لغت کے مطابق نہیں پڑھ سکیں گے، جبریل امین، قرآن مجید واپس لے کر گئے اور سرکار ﷺ کا پیغام بارگاہ الٰہی میں پہنچا دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

قرآنِ مجید واپس لے جاؤ! میرا اور اپنا سلام پیش کرو اور ان سے کہہ دو کہ دو قراءتوں کے مطابق قرآن مجید پڑھنے کی اجازت ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے پھر قرآن مجید واپس بھیج دیا اور مزید گنجائش طلب کی، دوسری دفعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین قراءتوں کے مطابق پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی، سرکارِ دوعالم ﷺ نے پھر قرآن مجید لوٹا دیا، تیسری دفعہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ آپ کی امت کو سات قراءتوں پر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت ہے، ساتھ ہی سرکارِ دوعالم کی عظمت وشان کو ظاہر کرتے ہوئے اور آپ کے ساتھ اظہارِ محبت فرماتے ہوئے یہ خوش خبری بھی بھیجی کہ

لَکَ بِکُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُکَهَا مَسْئَلَةٌ تَسْئَلُنِیْهَا

جتنی دفعہ آپ کو قرآن مجید واپس بھیجنے کی زحمت گوارا کرنا پڑی، اتنی دعائیں آپ کو عطا فرما رہا ہوں اور یہ ضمانت بھی دے رہا ہوں کہ وہ دعائیں یقیناً قبول ہوں گی۔

چونکہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے تین مرتبہ قرآن مجید واپس بھیجا تھا اس لیے تین یقینی طور پر مقبول ہونے والی دعاؤں کا حق آپ کو مل گیا۔

نبی کریم ﷺ نے ان تین دعاؤں میں سے دو اس دنیا میں استعمال فرمائیں، ایک یہ کہ یا اللہ! میری امت کے صغیرہ گناہ معاف فرما اور دوسری یہ کہ باری تعالیٰ! میری امت کے کبیرہ گناہ معاف فرما، اور تیسری دعا کے بارے میں آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں:

وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِیَوْمٍ یَّرْغَبُ فِیْهِ اِلَیَّ الْخَلْقُ کُلُّهُ حَتّٰی اِبْرَاهِیْمُ (1)

''تیسری دعا میں نے اس دن کے لیے بچا کر رکھ لی ہے جس دن تمام مخلوق یہاں تک کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام بھی میرے دروازے کے سوالی بن کر حاضر ہوں گے۔

فوائدِ حدیث:

اس حدیثِ مبارکہ سے جہاں سرکارِ دوعالم کی شانِ شفاعت ظاہر ہوئی وہیں آپ کی رفعتِ قدر کے کچھ دیگر پہلو بھی سامنے آئے:

(۱) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) نبی محض ڈاکیا اور چھٹی رسان ہوتا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام امت تک پہنچانا ہوتے ہیں، اس کے پاس کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

اس حدیثِ مبارکہ میں تفصیل سے ذکر کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ قرآن مجید واپس بھجوایا، اور اللہ تعالیٰ سے امت کے حق میں مزید آسانی طلب فرمائی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا چھٹی رساں یا ڈاکیے کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ چھٹی جس کے نام آئی ہے اس کو نہ دے بلکہ واپس بھیجتا رہے اور چھٹی لکھنے والے سے اس میں آسانی کا تقاضا کرتا رہے، ہرگز ایسا نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ نے قرآن واپس بھیج کر اور اللہ تعالیٰ نے اس میں مطلوبہ آسانی عطا فرما کر اس عقیدہ پر مہر تصدیق لگا دی کہ نبی کریم ﷺ (معاذ اللہ) چھٹی رسان نہیں اللہ تعالیٰ کے نائبِ اعظم اور خلیفۂ مطلق ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو دنیا میں اپنی قوت وطاقت اور اختیار کا آئینہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپ باذن اللہ احکام شرع میں جو تبدیلی چاہیں کر سکتے ہیں۔

---

(1) عن ابی بن کعب ﷺ: مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۴۳۲، صحیح مسلم: صلاۃ المسافرین: ۱۳۵۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۸۴

(۲) اس حدیث مبارکہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم ﷺ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے مقام کی بلندی بھی سمجھ آئی کہ آپ کے بار بار قرآن مجید واپس بھیجنے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی تنبیہ نہیں فرمائی نہ ہی غصے کا اظہار فرمایا، بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید واپس کرنے کی تکلیف کے بدلے میں تین دعاؤں کا حق عطا فرما کر سید الانبیاء ﷺ کی شان محبوبی کو واضح فرمایا۔

(۳) اس ضمن میں یہ بھی یاد رہے کہ انبیائے کرام علیھم السلام کے بارے میں اہلِ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہر دعا قبول فرماتا ہے، اور اگر وہ کوئی ایسی دعا کرنے کا ارادہ کریں جو اللہ تعالیٰ کے کسی حتمی فیصلے کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ انہیں وہ دعا کرنے سے پہلے ہی منع فرما دیتا ہے تاکہ نہ میرے اٹل قانون میں تبدیلی آئے اور نہ ہی ان کے مقام محبوبیت کے خلاف کوئی کام واقع ہو۔ قرآنِ مجید گواہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قومِ لوط کو بچانے کی دعا مانگنے کا ارادہ فرمایا تو رب ذوالجلال نے فرمایا:

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا، إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ. (ھود، 11:76)

”اے ابراہیم! یہ دعا نہ فرمائیے کیونکہ ہم ان کے عذاب کا حتمی فیصلہ فرما چکے ہیں اور یہ عذاب ان پر آ کر ہی رہے گا“

(۴) بعض نادان لوگ اپنی مزعومہ توحید کے جوش میں یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ (معاذ اللہ) نبی کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہیں ہوتی۔

اس حدیث پاک نے بتا دیا کہ سید الانبیاء ﷺ کو نہ صرف اپنے انجام کی خبر ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہے کہ قیامت کے دن سب کی لاج میرے ہاتھ میں ہوگی، اور جب کوئی نبی اپنی امت کو، کوئی باپ اپنے بیٹوں کو، کوئی ماں اپنی بچیوں کو، کوئی مرشد اپنے مریدوں کو نہیں پوچھے گا

اس دن ان سب کے سروں پر ابرِ رحمت بن کے میری رحمۃ للعالمینی والی صفت نے جلوہ فگن ہونا ہے اسی لیے آپ ﷺ یہیں سے اس دن کا انتظام فرما کر تشریف لے گئے۔

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے منظر کی تصویر کشی......زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے:

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے قیامت کے دن کے اس منظر کی مکمل عکاسی فرمائی ہے، جب ساری خلقِ خدا آپ کے درِ اقدس پر شفاعت کے لیے حاضر ہوگی:

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا، تو قیامت کی ہولناکیوں اور اللہ تعالیٰ کے غضب وجلال کی وجہ سے لوگوں کے دماغ ماؤف ہو جائیں گے، غور وفکر کی صلاحیتیں ختم ہو جائیں گی، ہر کوئی پسینے میں شرابور ہوگا، سورج انتہائی قریب آ جائے گا زمین تانبے کی ہوگی، ایسے حالات میں کسی کا ذہن اس مسئلے کے حل کی طرف متوجہ ہو ہی نہیں سکے گا، ایسے میں اللہ تعالیٰ ان کے ذہنوں میں الہام فرمائے گا اور وہ الہام کیا ہوگا:

فَيُلْهَمُونَ لِذٰلِكَ فَيَقُولُونَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا عَلٰى رَبِّنَا حَتّٰى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا.(1)

انہیں الہام کیا جائے گا کہ دنیا میں جب تمہارا کوئی کام پھنس جاتا تھا تو تم سفارشی تلاش کرتے تھے، یہاں بھی وہی طریقہ اختیار کرو، اس کے بعد تمام امتیں سر جوڑ کر بیٹھ جائیں گی اور تمام لوگ متفقہ طور پر کہیں گے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کو سفارشی بنانا چاہیے تاکہ اس کی شفاعت کی بدولت اللہ تعالیٰ ہمیں اس تکلیف سے نجات عطا فرمائے۔

---

(1) صحیح مسلم: الایمان: 284/ مسند احمد: مسند المکثرین: 11710

تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے:

اَنتَ آدَمُ اَبُو الْخَلقِ خَلَقَکَ اللّٰہُ بِیَدِہٖ وَنَفَخَ فِیکَ مِنْ رُّوْحِہٖ وَاَمَرَ الْمَلَائِکَۃَ فَسَجَدُوْالَکَ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّکَ حَتّٰی یُرِیْحَنَا مِنْ مَکَانِنَا ھٰذَا۔

آپ تمام انسانیت کے باپ ہیں، اللہ تعالی نے اپنے دستِ قدرت سے آپ کی تخلیق فرمائی، آپ میں اپنی پیدا کردہ خاص روح پھونکی، فرشتوں کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اللہ تعالی کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمایئے کہ وہ ہمیں اس مشکل مقام سے نجات عطا فرمائے!

لوگوں کی اس گزارش پر آپ معذرت فرمائیں گے اور کہیں گے تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ بھی انکار کریں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے، وہ بھی انکار کریں گے اور حضرت موسی علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے، لوگ حضرت موسی علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی لب کشائی سے معذرت کریں گے اور حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جانے کا کہیں گے، حضرت عیسی علیہ السلام بھی معذرت فرمائیں گے اور کہیں گے کہ اگر نجات چاہتے ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ!

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

لوگ جب میرے پاس آئیں گے تو میں اللہ تعالی سے اذنِ شفاعت طلب کروں گا، اللہ تعالی اپنے جلوۂ ذات کو بے نقاب فرمائے گا اور اپنے خصوصی اوصاف ومحامد میرے دل میں القاء فرمائے گا، میں اس کے حضور سجدہ ریز ہو کر اُس کی اِس انداز میں حمد وثناء بجالاؤں گا کہ کسی نے اس انداز میں اس کی حمد وثناء نہیں کی ہوگی، اس کے بعد رب ذوالجلال ارشاد فرمائے گا:

یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأسَکَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَہْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (1)

''اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا، اور آپ شفاعت فرمایئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی''

ایک اور حدیثِ مطہرہ میں سرکار دوعالم ﷺ نے ان تمام واقعات کو مجملاً بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ (2)

''سب سے پہلے شفاعت بھی میں کروں گا اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ میں بھی میں ہی ہوں''

فوائدِ حدیث:

اس حدیثِ مبارکہ سے ضمناً کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) آج کچھ لوگ ہمیں یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ سیدھے اللہ تعالی کی طرف جانا چاہیے وہ تو شہ رگ سے بھی قریب ہے، تم اس کو چھوڑ کو دوسروں کے پاس کیوں جاتے ہو، دوسروں سے مدد کیوں مانگتے ہو؟

---

(1) صحیح بخاری: تفسیر القرآن: 4116/ صحیح مسلم: الایمان: 284/ مسند احمد: مسند المکثرین: 11710/ مسند احمد: باقی مسند المکثرین: 13073، 13100

(2) صحیح مسلم: الفضائل: 4223/ سنن الترمذی: المناقب: 3549/ سنن ابی داؤد: السنۃ: 4053/ سنن ابن ماجہ: الزہد: 4298/ مسند احمد: باقی مسند المکثرین: 10549، 10564/ سنن الدارمی: المقدمہ: 47، 49، 51

مقامِ غور یہ ہے کہ آج جب اللہ تعالیٰ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، اس کی ذات تک ہماری سماعتوں اور بصارتوں کی رسائی نہیں جو لوگ آج ہمیں یہ درس دیتے ہیں، کل بروزِ قیامت جب ربِ ذوالجلال اپنے عرشِ عزت پر اپنی شان کے لائق جلوہ فرما ہوگا اور سب اسے دیکھ رہے ہوں گے اس دن کسی کو بھی سیدھا اس کی طرف جانے کی جراءت نہیں ہوگی، اس دن سب کی نظر اسی بات پر ہوگی کہ کوئی ایسی ہستی ملے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائے اور ہمیں اس تکلیف سے چھٹکارا دلائے، اگر بروزِ قیامت وسیلہ اختیار کرنا جائز ہے بلکہ کسی کو وسیلہ بنائے بغیر چارہ نہیں حالانکہ وہ دن اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی شانِ جلال کے اظہار کا دن ہے، تو پھر یہاں وسیلہ پکڑنا کیوں جائز نہیں ہے؟

(۲) حدیث پاک کے الفاظ آپ نے ملاحظہ فرمائے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوگا کہ کوئی شفیع تلاش کرو۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کسی ناجائز کام کا الہام کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ ساری انسانیت کے ذہنوں میں کوئی خلافِ توحید نظریہ ڈال سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، لہذا تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ وسیلہ اختیار کرنا اور عقل و ادراک سے ماوراء اس ذاتِ بے ہمتا تک رسائی کے لیے اس کے مقربین کو ذریعہ بنانا بالکل جائز بلکہ منشا خداوندی ہے۔

(۳) اس حدیثِ پاک سے سید الانبیاء ﷺ کی تمام انبیاء و رسل علیهم الصلاة والسلام پر عظمت وفضیلت بھی ثابت ہوئی کہ جہاں کسی اور نبی کو بولنے کی جراءت نہیں ہوگی، وہاں نبی کریم ﷺ خطیبِ محشر بنیں گے، اور ربِ ذوالجلال کی بارگاہ میں اہلِ محشر کی اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے عرض پیش کر کے انہیں اس تکلیف سے نجات دلائیں گے۔

(۴) یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاں یہ الہام فرمائے گا کہ کسی کو شفیع بناؤ! وہیں یہ الہام بھی فرما دے کہ فلاں ہستی کو بناؤ، اتنی لمبی تکلیف میں اہلِ محشر کو کیوں مبتلا

فرمائے گا کہ انہیں ہر ہر نبی کے پاس جانا پڑے؟

دراصل اس میں بھی نبی کریم ﷺ کی عظمتوں کا اظہار مقصود ہے، اگر اہلِ محشر پہلے ہی نبی کریم ﷺ کے دروازے پر حاضر ہوں اور یہیں سے شفاعت کی بھیک مل جائے تو کوئی یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ اور انبیاء بھی شفاعت کا دروازہ کھول سکتے تھے لیکن ان کے پاس ہم گئے ہی نہیں۔ اس طرح نبی کریم کی خصوصیت ظاہر نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی اسی فضیلت اور برتری کو ظاہر فرمانے کے لیے پہلے مخلوق کو ہر ہر نبی کے دروازے پر بھیجے گا، اور سب کے بعد سید الانبیاء ﷺ کی طرف متوجہ فرمائے گا تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہ رہ جائے اور حق الیقین ہو جائے کہ آج اس مشکل وقت میں اگر کوئی کام آ سکتا ہے تو وہ محمد کریم ﷺ کی ذات والاصفات ہے۔

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے
گر اُن کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

(۵) اس حدیث میں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ ہر نبی، اہلِ محشر کے سامنے اپنی مجبوری کا اظہار فرما کر انہیں کسی اور نبی کے در پر بھیجے گا، حضرت آدم، حضرت نوح کے پاس، وہ حضرت ابراہیم خلیل کے پاس، وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے پاس اور وہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کے پاس، بالآخر حضرت عیسیٰ اہلِ محشر کو سیدِ عالم کے پاس بھیجیں گے علیهم الصلاة والسلام۔

معلوم ہوتا ہے کہ جو توحید "نجد" کے مکتب سے نکلی ہے اور آج جس کا درس دیوبند کی درس گاہ سے دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے دروازے پر جانا شرک ہے یہ وہ توحید ہے جو نہ کسی نبی کی توحید سے مناسبت رکھتی ہے اور نہ ہی کسی رسول کی توحید سے۔ کیونکہ سب انبیاء و رسل لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سیدھا جانے کا مشورہ نہیں دیں گے بلکہ ہر نبی کسی اور کے پاس بھیجے گا۔

انبیائے کرام چونکہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہوتے ہیں انہیں اسرارِ شریعت اور

رموزِ توحید وہ خود سکھاتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہ توحید نہ صرف انبیائے کرام اور رسلِ عظام والی توحید کے خلاف ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی توحید کا یہ مفہوم قابلِ قبول نہیں ہے، البتہ یہ اس شخصیت والی توحید کا کامل نمونہ ہے جس نے جوشِ توحید میں سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی شفاعت، قرآن مجید کی شفاعت سے بھی پہلے:

صحیح احادیث میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بروزِ قیامت، قرآنِ مجید اور رمضان المبارک بھی شفاعت فرمائیں گے، ﴿الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامة﴾

قرآن عرض کرے گا باری تعالیٰ! میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، یہ میری تلاوت کرتا رہا اور دوسروں کو سناتا رہا، لہذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما اور اسے جنت میں داخل فرمادے۔

رمضان کہے گا یا اللہ! میں نے اسے دن کے وقت کھانے پینے سے روکے رکھا، اس نے میرے احترام میں کئی امور کو چھوڑا، آج اس کے حق میری سفارش قبول فرما کر اسے جنت میں داخل فرما! (1)

ایک طالب علم کی حیثیت سے اس مقام پر ایک نکتہ عرض کرنا چاہتا ہوں، اس سے پہلے تمہیداً یہ سمجھ لیجیے کہ حقیقی قرآن اوراق اور نقوش کا نام نہیں جو تاج کمپنی والے یا دیگر طباعتی ادارے چھاپتے ہیں، یہ تو محض نقوش ہیں جو حادث ہیں، اسی طرح ہمارا پڑھنا بھی حادث ہے، حقیقی قرآن الفاظ و معانی کا نام ہے، جو الفاظ ہم پڑھتے ہیں وہ اور ان کے معانی قدیم ہیں، یہ حقیقی قرآن ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ ذاتی ہے اور قدیم ہے۔

(1) مسند احمد: مسند المکثرین: 6337/ تفسیر ابن کثیر: مقدمہ 1/ 95

اس تمہید کو سمجھ لینے کے بعد عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے اس پہلو کو سمجھیے کہ بروزِ محشر اللہ تعالیٰ کا کلام قرآنِ مجید جو اس کی صفتِ ذاتی ہے وہ بھی بعد میں شفاعت کرے گا، سب سے پہلے اگر کوئی ہستی بابِ شفاعت کھولے گی تو وہ میرے اور آپ کے آقا و مولا ﷺ ہیں۔ اس سے بڑھ کر آپ کی عظمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ ذاتیہ سے بھی پہلے آپ کو حقِ شفاعت عطا فرمائے گا اور آپ کی شفاعت کو قبول بھی فرمائے گا۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں

﴿اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ﴾ (1)

''سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بھی میں ہوں اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول ہوگی وہ بھی میں ہی ہوں''

معلوم ہوا کہ انبیاء، اولیاء، حفاظ، قراء، شہداء، اور دیگر چیزوں کی شفاعت تو ایک طرف رہ گئی خود قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ بھی تبھی شفاعت کرے گا جب نبی رحمت ﷺ بابِ شفاعت کو کھولیں گے۔

نبی کریم ﷺ کی رفعتِ ذکر کا پانچواں اور چھٹا مظاہرہ...... مقامِ محمود پر آپ کی جلوہ گری اور معاملۂ محشر آپ کے سپرد ہونا:

اللہ تعالیٰ کی ان گنت اور لامحدود حمد و ثناء کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذکرِ پاک کو جس طرح بلند فرمایا ہے اس کا ایک مظاہرہ ''مقامِ محمود'' ہے، اس کی تفصیل ہماری کتب حدیث میں بھی ہے اور آج چھپنے والی [انجیل برناباس] میں بھی موجود ہے:

(1) صحیح مسلم: الفضائل: 4223/ سنن الترمذی: المناقب: 3549/ سنن ابی داؤد: السنة: 4053/ سنن ابن ماجہ: الزہد: 4298/ مسند احمد: باقی مسند المکثرین: 10549، 10564/ سنن الدارمی: المقدمہ: 47، 49، 51

انجیل برنباس میں ہے کہ جب نبی کریم اہلِ محشر کی شکایات سنیں گے تو آپ اللہ تعالیٰ کے حریم ناز کی طرف شفاعت کی التجا پیش کرنے کے لیے روانہ ہوں گے، جب اللہ تعالیٰ مشاہدہ فرمائے گا کہ میرا محبوب میرے حریم کی طرف آرہا ہے تو جس طرح کسی دوست کو معلوم ہو کہ میرا انتہائی قریبی دوست مجھ سے ملنے آیا ہے اور میرے دروازے پر پہنچ چکا ہے تو وہ دوڑ کر استقبال کرتا ہے اور خود دروازہ کھول دیتا ہے اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ (اپنی شان کے لائق) نبی کریم ﷺ کا استقبال بھی فرمائے گا، مرحبا بھی کہے گا اور خود اپنے حریم ناز میں آپ کو داخل فرمائے گا۔

آپ حریم ناز میں داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ پوچھے گا محبوب کیسے آنا ہوا؟ آپ عرض کریں کہ باری تعالیٰ تو نے مجھے پیدا کرتے وقت ایک بات کہی تھی اس بات کا تذکرہ کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، رب ذوالجلال پوچھے گا کون سی بات؟ آپ فرمائیں گے کہ تو نے مجھے پیدا کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

"محبوب میرا مقصود تیری ذات ہے تیرے سوا جو کچھ بھی پیدا کیا یا کروں گا تیری محبت کی وجہ سے کروں گا"

انجیل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ازراہِ خوش طبعی فرمائے گا کہ محبوب کیا اس بات پر تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے یا محض دعویٰ ہی کرتے چلے جارہے ہو؟ نبی کریم عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ اگر اجازت ہو تو گواہ پیش کردوں، اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا۔

نبی کریم حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیھم الصلاۃ والسلام سے فرمائیں گے کہ تم میرے ساتھ چلو اور اس بات کی گواہی دو باقی معاملہ میں خود سنبھال لوں گا، یہ حضرات بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ جو کتب اور صحیفے تو نے ہماری طرف نازل کیے ہیں ان میں یہی لکھا ہے کہ تو نے سب کچھ انہی کی محبت کے لیے پیدا کیا ہے، جب یہ دعویٰ ثابت ہو جائے گا تو محبوب کریم اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ

اے پروردگار! جس طرح تو نے سب کو میری محبت کی بناء پر پیدا کیا ہے آج میری محبت کی خاطر ان کو بخش بھی دے۔ آپ کی اس گزارش پر اللہ تعالیٰ آپ کو فرش زمین سے اٹھا کر اپنے عرش کے دائیں جانب ایک کرسی پر بٹھائے گا جس کا نام "مقامِ محمود" ہے۔ آپ اس کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ محشر کا تمام معاملہ آپ کے سپرد فرمادے گا، اسی کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (الاسراء، 79:17)

"عن قریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا"

شیخ محقق، شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، اس دن پتا چلے گا کہ:

روز روزِ اوست و حکم حکمِ اوست و حکمِ رب العالمین

یہ دن اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی آپ ﷺ کی شان محبوبیت ظاہر کرنے کے لیے تھا۔

محشر کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے نبی کریم کا حکم نافذ ہوگا آپ جسے چاہیں گے جنت میں اور جسے چاہیں گے دوزخ میں بھیجیں گے۔

آج لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ تم نبی کو اللہ سے ملاتے ہو۔

میں کہتا ہوں کہ ہم ملاتے تو نہیں ہم تو صرف اس تعلق کو بیان کرتے ہیں ملانے والا تو خود وہ رب تعالیٰ ہے، اگر تمہیں یہ بات اچھی نہیں لگتی تو تم جدا کروادو ہم یہی بیان کرنے لگ جائیں گے کہ اللہ نے انہیں جدا کردیا ہے (معاذ اللہ)

مقامِ غور ہے کہ وہ دن جو اللہ تعالیٰ کی خاص کبریائی اور جلالت کے اظہار کا ہے، جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہ خود کو

﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ (الفاتحہ، 3:1)

فرماتا ہے، جس کے بارے میں فرماتا ہے

﴿لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ﴾ (غافر،16:40)

اس خاص دن میں بھی جس نے اپنے محبوب کی کرسی اپنے عرش سے نہیں ہٹائی ہم کون ہوتے ہیں اس محبوب کو اس سے جدا کرنے والے؟ اور ہمیں کس نے یہ حق دیا ہے کہ ہم اس محبوب کو اس کے رب سے جدا کریں۔

مقام محمود کا تعارف...... اور نبی کریم ﷺ کی شان محمودیت:

جیسا کہ عرض کیا گیا "مقامِ محمود" وہ کرسی ہے جو اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے عرش کی دائیں جانب رکھوائے گا، اور سید عالم ﷺ کو اس پر بٹھا کر سارے معاملات آپ کے سپرد فرما دے گا، صحیح احادیث میں آتا ہے کہ جب سید الانبیاء ﷺ "مقام محمود" پر جلوہ فرما ہوں گے تو شان یہ ہوگی کہ

﴿یَحْمَدُہُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ﴾ (1)

تمام اگلے پچھلے آپ کی حمد وثناء کر رہے ہوں گے، ہر زبان آپ کی مدح وتوصیف میں مشغول ہوگی۔ ذرا تھوڑی دیر کے لیے اس منظر کا تصور کیجیے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان، تمام جنات، فرشتے، چرند پرند، درند الغرض ہر ہر چیز اس میدان میں جمع ہوگی، رب ذوالجلال صدرِ محفل بن کر اپنی شان کے لائق جلوہ فرما ہوگا، ممدوح عالم ﷺ مہمان خصوصی کی مسند پر جلوہ افروز ہوں گے اور آپ نے اللہ تعالی کی جو حمد وثناء کی اور مخلوق سے کروائی اس کا صلہ اللہ تعالی اس انداز میں آپ کو عطا فرمائے گا کہ ہر زبان آپ کی نعت خوانی میں تر ہوگی اور میدان محشر نعتِ مصطفیٰ ﷺ کی پرکیف آوازوں سے گونج رہا ہوگا۔

---

(1) صحیح بخاری: الزکاۃ: 1381 تفسیر الآلوسی 15/178 تحت قولہ تعالی ﴿ولہ الحمد فی الاولی والآخرۃ﴾ (القصص:70)

رفعت ذکر کا ساتواں مظاہرہ...... لواء الحمد کا آپ کے دستِ اقدس میں دیا جانا:

اللہ تبارک وتعالی اپنی حمد وثناء کے صلے میں اپنے محبوب کو جو عظمتیں عطا فرمائے گا، ان کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی بروز قیامت آپ کو "لواء الحمد" عطا فرمائے گا، جس کے نیچے کھڑے ہونے کی آرزو نبی اور رسول کریں گے۔

لواء الحمد کا تعارف:

اس کا لفظی معنی تو بنتا ہے "حمد کا پرچم" لیکن اس کی حقیقت صوفیاء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ قیامت تک دنیا میں اللہ تعالی کی جس قدر بھی حمد وثناء کی گئی ہوگی اللہ تعالی اس تمام حمد وثناء کے ثواب اور اجر کو ایک نور میں بدل دے گا اور وہ نور ایک جھنڈے میں منتقل فرما کر وہ جھنڈا اپنی حمد کرنے والوں کے سردار اور اپنے سب سے بڑے حامد، سید الانبیاء ﷺ کے دستِ اقدس میں دے دے گا۔ گویا رب ذوالجلال فرمائے گا کہ اے محبوب! ان ساری تعریفوں اور اس مدح وثناء کا سبب تو بنا، تو نے ہی سب سے پہلے میری حمد کی اور سب کو یہ حمد سکھائی، لہذا آج اس کا اجر بھی میں تیرے ہاتھ میں دے رہا ہوں جس کو بھی اس اجر سے حصہ ملے گا تیرے ہاتھوں ملے گا۔

صوفیائے کرام نے اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا کہ:

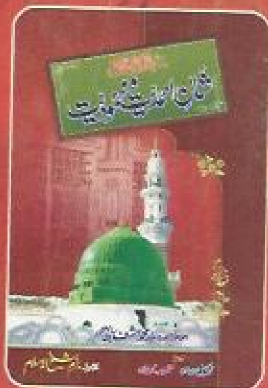
نبی اکرم ﷺ کی دائیں جانب انبیائے کرام اپنے اپنے جھنڈے لے کر کھڑے ہوں گے اور ان کے مومن امتی ان کے ساتھ ہوں گے، نبی کریم ﷺ کی بائیں جانب سلاسلِ اربعہ کے بانی اولیائے کرام علیھم الرضوان موجود ہوں گے ان کے ہاتھ میں بھی اپنا اپنا جھنڈا ہوگا اور ان کے مریدین ان کے ساتھ ہوں گے، تمام انبیاء اور اولیا کے جھنڈے نور سے خالی ہوں گے، نور صرف نبی رحمت ﷺ کے جھنڈے میں ہوگا، پھر آپ کے لواء الحمد سے وہ نور یوں نمودار

ہوگا جس طرح سورج سے شعائیں نکلتی ہیں، اور وہ نور تمام جھنڈوں کو روشن کردے گا، آگے آگے آپ اپنا جھنڈا اٹھائے ہوئے چلیں گے اور آپ کے پیچھے ساری مخلوق ہوگی اور اس دن بھی آپ حمد وثناء کا یہ نور بانٹتے ہوئے اور ذکرِ الٰہی کی اس خیرات کو تقسیم فرماتے ہوئے خود بھی جنت میں جائیں گے اور تمام اہل ایمان کو جنت میں لے کر جائیں گے، فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا

بخت جاگا نور کا، چمکا ستارا نور کا





کچھ کتاب کے بارے میں

سید الانبیاء ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو انفرادی کمالات عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک وصفِ خاص یہ بھی ہے کہ آپ کے کمالاتِ جلیلہ اور فضائلِ جمیلہ احاطہ سے ماوراء ہیں، بقول شاعر

فبالغ وأكثر لن تحيط بوصفه
وأين الثريا من يد المتناول

''جس قدر ہو سکے نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کر اور اس بات سے نہ گھبرا کہ کہیں اوصاف ختم نہ ہو جائیں کیا آج تک کبھی کسی کا ہاتھ ثریا کی بلندیوں کو پا سکا ہے؟''

آپ کے خداداد کمالات کا اظہار اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا بیان اہلِ اسلام کا مذہبی فریضہ بھی ہے اور وقت کی ضرورت بھی، بالخصوص ان حالات میں جب کہ عالمی سطح پر منصبِ نبوت کو متنازعہ بنانے اور ناموسِ رسالت سے کھیلنے کی ناپاک کوششیں ہو رہی ہوں، نبی کریم ﷺ کے اوصافِ عالیہ کے بیان کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، اشرف العلماء زید مجدہ العالی پچھلے پچاس برس سے اس مقدس فریضے کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہیں، آپ کے شب وروز کمالاتِ محمدیہ کو بیان کرنے میں صرف ہو رہے ہیں، جب آپ اپنے مخصوص انداز میں گلستانِ اوصافِ محمدیہ کے حسین پھول گلدستوں کی شکل میں پیش فرماتے ہیں تو مشامِ ایماں کو عجیب قسم کی تازگی اور فرحت کا احساس ہوتا ہے، کمالاتِ نبویہ پر آپ کے خطبات قلوب واذہان میں حبِ مصطفیٰ ﷺ کی نئی تجلیات بکھیرتے ہیں، پیشِ نظر خطبہ ہمارے اس دعوے کی برہانِ صادق ہے، حضرت اشرف العلماء نے جس انداز میں اس موضوع پر گل افشانی فرمائی ہے وہ ان کے وسعتِ مطالعہ، قوتِ استدلال اور محبتِ مصطفیٰ کی آئینہ دار ہے۔

ناشر:۔ بزمِ شیخ الاسلام
جامعہ رضویہ احسن القرآن۔ دینہ
Ph:0544-634204,634759 Cell:0322-5850091